از عدالتِ عظمیٰ

تاریخ فیصلہ: 5 ستمبر 1956

ہری پدادیے

بنام

دی سٹیٹ آف وسٹ بنگال و دیگر۔

[بھگوتی، جعفر امام اور گووندا مینن جسٹس صاحبان]

بھارت کا آئین آرٹیکل 134(1)(c)—عدالت عالیہ کا دائرہ اختیار—سند محض حقیقت کے سوال پر کوئی سرٹیفکیٹ نہیں—بھارت کا آئین آرٹیکل 136(1)- محض حقائق کے سوال پر مداخلت کرنے کے لیے عدالت عظمیٰ کا خصوصی دائرہ اختیار- عدالت عالیہ اس کام کو اپنے لیے گھمنڈ نہ کرے-ثبوت-استغاثہ کو دفاع کے ذریعے ثبوت پیش کرنے کی خامی کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے۔

عدالت عالیہ کے پاس محض حقائق کے سوال پر آئین کے آرٹیکل 134(1)(c) کے تحت سرٹیفکیٹ دینے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں ہے، اور اس طرح اس طرح کے سوال کو مزید غور و فکر کے لیے عدالت عظمیٰ کو منتقل کرنا جائز نہیں ہے، اس طرح عدالت عظمیٰ کو حقائق پر عدالت رجوعی میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عدالت عظمیٰ، انصاف کی سنگین غلطی یا قانونی طریقہ کار سے علیحدگی جیسے کہ پورے مقدمے کو ذائل کرنے کی صورت میں، آئین کے آرٹیکل 136(1) کے تحت مداخلت کرنے کا اختیار رکھتی ہے اور اسے خصوصی دائرہ اختیار حاصل ہے اور یہ بھی کہ اگر حقیقت کے نتائج ایسے تھے جو عدالتی ضمیر کے لیے چونکا دینے والے تھے۔ لیکن کوئی بھی عدالت عالیہ اس کام کو اپنے لیے گھمنڈ نہیں کر سکتی کیونکہ وہ خود کو شکایت کے ازالے میں بے بس محسوس

کرتی ہے۔ محض حقیقت کے سوال پر دیا گیا سند کوئی سرٹیفکیٹ نہیں ہوگا۔ عدالت عالیہ کو آرٹیکل 134(1)(c) کے تحت اس طرح کے سرٹیفکیٹ سے انکار کرنا چاہیے اور فریقین سے کہنا چاہیے کہ وہ آئین کے آرٹیکل 136(1) کے تحت اپنے خصوصی دائرہ اختیار کو استعمال کرنے کے لیے عدالت عظمیٰ سے رجوع کریں۔

استغاثہ کو نہیں بلکہ ملزم کو اپنے دلائل کی حمایت میں ثبوت پیش نہ کرنے میں دفاع میں خامیوں کا ذمہ دار ٹھہرایا جانا چاہیے، جو اگر آنے والا ہوتا تو استغاثہ کے کیس کو منہدم کر دیتا۔

نرسنگھ و دیگر بنام ریاست اتر پردیش، ([1955] 1 ایس سی آر 238)، بلادن و دیگر اں بنام ریاست اتر پردیش، (اے آئی آر 1956 ایس سی 181) اور سندر سنگھ بنام ریاست اتر پردیش، (اے آئی آر 1956 ایس سی 411)، کا حوالہ دیا گیا ہے۔

اپیلیٹ فوجداری کا دائرہ اختیار: فوجداری اپیل نمبر 86، سال 1954۔

فوجداری اپیل نمبر 158، سال 1953 میں کلکتہ عدالت عالیہ کے 27 مئی 1954 کے فیصلے اور حکم سے بھارت کا آئین کے آرٹیکل 134(1)(c) کے تحت اپیل۔

اپیل کنندہ کے لیے سو کمار گھوش۔

جواب دہندہ نمبر 1 کے لیے پی کے بوس کے لیے ڈی این مکھرجی۔

جواب دہندہ نمبر 2 کے لیے کے ایل اروڑا۔

5.1956 ستمبر۔

عدالت کا فیصلہ بھگوتی جسٹس نے سنایا۔

اپیل کنندہ پر مجموعہ تعزیرات بھارت 411 کے تحت ایک ہل مین کار نمبر 4514 WBD والے انجن اور چیسیس نمبر کو بے ایمانانہ طور پر حاصل کرنے یا اپنے قبضے میں رکھنے کا الزام عائد کیا گیا تھا۔ WSO A1178482 کو معلوم ہے یا اس پر یقین کرنے کی وجہ ہے کہ یہ چوری شدہ جائیداد ہے۔ کلکتہ کے فاضل پریذیڈنسی مجسٹریٹ نے اسے اس جرم کا مجرم قرار دیا اور اسے 2 سال کی قید بامشقت کی سزا سنائی۔ اپیل کنندہ نے کلکتہ میں عدالت عالیہ میں اپیل کی اور مسٹر جسٹس جیوتی پروکاش مٹر اور مسٹر جسٹس سیسر کمار سین کی تشکیل کردہ عدالت عالیہ کے ڈویژن بنچ نے اس اپیل کو

مسترد کر دیا جس میں اس کی الزام اور سزا کی تصدیق کی گئی تھی۔ اپیل کنندہ نے اس عدالت میں اپیل کرنے کی اجازت کے لیے درخواست دائر کی اور ہمیں جو بتایا گیا ہے اس کے مطابق کلکتہ عدالت عالیہ میں حاصل ہونے والی درخواست مختلف طریقے سے تشکیل شدہ ڈویژن بنچ کے سامنے آئی-ایک بنچ جسے فاضل چیف جسٹس اور مسٹر جسٹس ایس سی لہری نے تشکیل دیا تھا۔ اس بنچ نے عرضی کو منظور کیا اور حکم دیا کہ آئین کے آرٹیکل 134 (1)(c) کے تحت اپیل کی اجازت کا سرٹیفکیٹ تیار کیا جا سکتا ہے۔ ایک تفصیلی فیصلے میں فاضل چیف جسٹس نے مشاہدہ کیا:

"میرے خیال میں اس معاملے میں فٹنس کا سرٹیفکیٹ جاری کیا جانا چاہیے، حالانکہ اس میں شامل سوال ایک حقیقت ہے۔"

اس کیس کے مختلف حالات پر تفصیل سے بحث کرنے کے بعد جو اس کی منظوری پر پورا نہیں اترے، اس نے یہ کہہ کر ختم کیا:

"میرے خیال میں یہ محسوس کرنا ناممکن ہے کہ اس معاملے میں اتنا مکمل اور منصفانہ مقدمہ نہیں ہوا جتنا ہونا چاہیے تھا۔ ان حالات میں، مجھے ایسا لگتا ہے کہ درخواست گزار اپنے مقدمے پر مزید غور کرنے کا حقدار رہے اور چونکہ اس طرح کا مزید غور صرف عدالت عظمیٰ ہی کر سکتی ہے، اس لیے میں اس سند کو عطا کروں گا جس کے لیے درخواست کی گئی تھی۔"

اس کے برعکس جو ہمارے سامنے پچھلے معاملے میں تھا، یعنی۔ فوجداری اپیل نمبر 146، سال 1956 (اوم پرکاش بنام ریاست اتر پردیش)، جہاں اس بات کی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی تھی کہ عدالت نے سرٹیفکیٹ دینے میں اپنی صوابدید کا استعمال کیوں کیا، اس فیصلے میں ہمارے پاس ایک تفصیلی بحث ہے کہ عدالت اس طرح کی صوابدید کا استعمال کیوں کر رہی تھی۔ تاہم، استدلال ہمیں اپیل نہیں کرتا ہے۔ مکمل اور منصفانہ مقدمے کی سماعت نہ ہونے کے معاملے میں فاضل چیف جسٹس کے جو بھی شکوک و شبہات رہے ہوں، ہماری رائے ہے کہ اس کے پاس آرٹیکل 134 (1) (c) کے تحت سرٹیفکیٹ دینے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں تھا، جہاں تسلیم شدہ طور پر اس کی رائے میں شامل سوال حقیقت میں سے ایک تھا، جہاں اپیل کنندہ کو مکمل اور منصفانہ مقدمے کی سماعت نہ ہونے کے باوجود، سوال محض حقائق پر اپیل کنندہ کے کیس کے مزید غور و فکر میں سے ایک تھا۔ اس

صورت حال کو بہتر بنانے اور ایک مکمل اور منصفانہ مقدمے کی سماعت کی ضمانت دینے کے لیے عدالت عالیہ کی محض معذوری آرٹیکل 134(1)(c) کے تحت سرٹیفکیٹ دینے اور حقائق پر اس عدالت کو عدالت رجوعی میں تبدیل کرنے کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا۔ کسی بھی عدالت عالیہ کے پاس یہ دائرہ اختیار نہیں ہے کہ وہ آئین کے متعلقہ آرٹیکلوں کے تحت اس عدالت ذریعے مزید غور و فکر کے لیے محض حقائق کے سوالات کو منتقل کرے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے پاس یہ اختیار ہے اور مناسب صورتوں میں آرٹیکل 136 (1) کے تحت اس کا استعمال کیا ہے۔ اگر انصاف کی سنگین غلطی ہوئی ہے یا قانونی طریقہ کار سے انحراف ہوا ہے جیسے کہ پورے مقدمے کو خراب کرتا ہے تو ہم یقینی طور پر مداخلت کریں گے اور ہم بھی مداخلت کریں گے اگر حقیقت کے نتائج بھی ایسے تھے جو ہمارے عدالتی ضمیر کے لیے چونکا دینے والے تھے اور ایسے معاملات میں آرٹیکل 136(1) کے تحت اپیل کرنے کی خصوصی اجازت دیتے ہیں۔ تاہم، یہ ایک خصوصی دائرہ اختیار ہے جسے ہم آرٹیکل 136 (1) کے تحت استعمال کر سکتے ہیں، لیکن کوئی بھی عدالت عالیہ اس کام کو اپنے تک محدود نہیں کر سکتی اور ہمیں ایسا معاملہ منتقل نہیں کر سکتی جو اس کے خیال میں خالصتا حقائق کے سوالات پر مشتمل ہے، کیونکہ وہ خود کو شکایت کے ازالے میں بے بس محسوس کرتی ہے۔ ایسی صورت میں، عدالت عالیہ کو آرٹیکل 134(1)(c) کے تحت سرٹیفکیٹ دینے سے انکار کر دینا چاہیے اور فریقین سے کہنا چاہیے کہ وہ آئین کے آرٹیکل 136(1) کے تحت ہمارے خصوصی دائرہ اختیار کو استعمال کرتے ہوئے ہم سے رابطہ کریں۔ اس لیے ہماری رائے ہے کہ اس معاملے میں کلکتہ عدالت عالیہ کی طرف سے جس صوابدید کا وسیع پیمانے پر استعمال کیا گیا تھا اس کا غلط استعمال کیا گیا۔ آرٹیکل 134(1)(c) کے تحت دیا گیا سرٹیفکیٹ بالکل بھی سرٹیفکیٹ نہیں تھا اور یہ ہمارے سامنے اپیل کنندہ کا فائدہ نہیں اٹھاتا ہے۔

نرسنگھ و دیگر بنام ریاست اتر پردیش(1)، بلادن و دیگران بنام ریاست اتر پردیش(2) اور سندر سنگھ بنام ریاست اتر پردیش(3) میں ہمارے فیصلوں کے بعد، اپیل کنندہ کی طرف سے مسٹر سو کمار گھوش نے زور دیا کہ یہ ایک مناسب مقدمہ ہے جہاں ہمیں اپنی صوابدید کا استعمال کرنا چاہیے اور اپیل کنندہ کو آئین کے آرٹیکل 136 (1) کے تحت اپیل کرنے کی خصوصی اجازت دینی

چاہیے۔انہوں نے نشاندہی کی کہ اگرچہ اپیل کنندہ نے دفاع میں کوئی ثبوت پیش نہیں کیا تھا لیکن کیس کے ریکارڈ میں کچھ دستاویزات موجود ہیں جنہیں اگر ثابت کیا جاتا تو استغاثہ کے کیس کو ختم کرنے کے لیے کافی ہوتا۔ان پر فاضل چیف جسٹس نے اس فیصلے میں تبصرہ کیا تھا جو انہوں نے اس وقت دیا جب آرٹیکل 134(1)(c) کے تحت اپیل کی اجازت کا سرٹیفکیٹ ان کی طرف سے دیا گیا تھا۔ان دستاویزات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زیر بحث کار چوری ہونے سے کچھ عرصہ پہلے، اپیل کنندہ کی طرف سے چندر نگر میں پولیس حکام کو ہل مین منکس 1951 ماڈل کار کے اندراج کے لیے درخواست دی گئی تھی جس کا انجن، چیسیس اور ٹن پلیٹ پر وہی نمبر تھا جو زیر بحث کار پر تھا اور اس درخواست پر، A.S.I. پولیس کی طرف سے تحقیقات کی گئی تھی، جس نے اپنی رپورٹ تیار کی تھی، جس کے مندرجات اس کیس کو قائم کرنے کے لیے جائیں گے جسے اپیل کنندہ نے اپنے دفاع میں پیش کیا تھا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ استغاثہ کو اپنا مقدمہ معقول شک سے بالاتر ثابت کرنا ہے اور ملزم کو اپنا منہ کھولنے اور نہ ہی کوئی ثبوت پیش کرنے کی ضرورت ہے۔اگر استغاثہ اپنا مقدمہ قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے، تو سزا کی پیروی ہوگی، لیکن اگر استغاثہ ملزم کے خلاف بنائے گئے الزام کو ثابت کرنے کے لیے اس پر عائد بار کو نبھانے میں ناکام رہتا ہے تو وہ بری ہونے کا حقدار ہے۔اس معاملے میں دونوں نچلی عدالتوں نے فیصلہ دیا کہ استغاثہ نے اپنے مقدمے کو ان گواہوں کے ثبوت سے ثابت کیا ہے جنہیں بلایا گیا تھا جن میں موٹر ماہر بھی شامل تھا، جس نے انجن پر کیمیکل لگانے پر وہی نمبر دریافت کیا جو چوری شدہ کار کا نمبر تھا۔ثبوت کی اس حالت پر، یہ اپیل کنندہ کا پابند فرض تھا اگر وہ اپنے دفاع کو ثابت کرنا چاہتا ہے کہ وہ اپنے دلائل کی حمایت میں ثبوت پیش کرے اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اسے صرف اس کے لیے اپنا شکریہ ادا کرنا تھا۔اس خامی کے لیے استغاثہ کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا تھا اور اگر نچلی دونوں عدالتیں ریکارڈ پر جائیں اور اس نتیجے پر پہنچیں کہ استغاثہ نے اپنا مقدمہ قائم کر لیا ہے، تو اس پر زور نہیں دیا جا سکتا تھا، جیسا کہ اس عدالت میں اپیل کرنے کی اجازت کی درخواست میں فاضل چیف جسٹس کی طرف سے دیے گئے فیصلے میں کیا گیا تھا، وہ ثبوت، اگر آنے والا ہوتا، تو استغاثہ کے کیس کو منہدم کر دیتا۔اگر اپیل کنندہ کی نمائندگی کرنے والوں نے اپنے ساتھ وکیل نہیں لیا اور دفاع کو پیش نہیں کیا جیسا کہ انہیں کرنا چاہیے تھا، تو استغاثہ پر

کوئی الزام نہیں تھا اور نہ ہی پریزیڈنسی مجسٹریٹ پر جس نے کیس کی سماعت کی اور اپیل کنندہ کے خلاف نتیجے پر پہنچے۔ اس معاملے میں جو بھی جذبات ظاہر کیے گئے ہیں وہ محض جگہ سے باہر ہیں اور یہاں تک کہ اگر کسی کے ذہن کے پیچھے کوئی چھپا ہوا شبہ ہو اور یہ محسوس ہو کہ مکمل اور منصفانہ مقدمہ نہیں ہوا ہے جیسا کہ ہونا چاہیے تھا، یہ نچلی دونوں عدالتوں کے ذریعے حاصل کردہ حقیقت کے بیک وقت نتائج کے پیچھے جانے کا کوئی جواز نہیں ہے جس کے نتیجے میں استغاثہ اپیل گزار کے جرم کو قائم کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔ ہمیں اس معاملے میں آئین کے آرٹیکل 136 (1) کے تحت مداخلت کی ضمانت دینے کے لیے کچھ نظر نہیں آتا۔ اس لیے یہ درخواست مسترد کر دی جائے گی اور اپیل منسوخ تصور ہووے۔ ضمانتی مچلکہ منسوخ کر دیا گیا اور اپیل کنندہ اپنی ضمانت پیش کرے۔